الجزائر کی فوج، الجزائر کا کرب*

لاحوری غدی

گزشتہ ۶ سال میں الجزائر میں ایک لاکھ افراد ہلاک ہو چکے ہیں لیکن مغربی رائے عامہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مغرب اسلامی جنگجوؤں سے دشمنی رکھتا ہے جبکہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے اصل کلیدی عامل یعنی فوج پر توجہ مرتکز کرنا چاہیے۔

۱۹۹۲ء کے انتخابات میں اسلامی فرنٹ کی فتح کے بعد اس پر پابندی لگا دی گئی۔ ظلم و جبر کی کارروائیوں نے اس کے معتدل عناصر کو پھر انتہاپسندی کی طرف دھکیل دیا۔ ایک دوسری تنظیم جی آئی اے سامنے آئی جس نے صحافیوں، دانش وروں، خواتین اور غیر ملکیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔

اس تنظیم کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ حکومت کی خفیہ ایجنسیوں کی تخلیق ہے تاکہ اسلام پسندوں کو بدنام کیا جائے۔ ان شبہات کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ حکومت قتل و غارت کی کسی بھی بین الاقوامی تحقیقات کو مسترد کر دیتی ہے۔

الجزائر میں تشدد پر ایک دبیز چادر پڑی ہوئی ہے۔ حکومت شفاف کے بجائے خفیہ کو ترجیح دیتی ہے۔ الجزائر کے بحران کو سمجھنے اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے مغربی توجہات کا مرکز اسلامی تحریک سے آگے ملک کے سیاسی نظام اور ایک دہشت زدہ ملک میں اصل مرکز اقتدار یعنی فوج تک دیکھنے کی ضرورت ہے۔ صرف اسلام پسند ہی تشدد نہیں کر رہے ہیں!

جنگ آزادی (۱۹۵۴ء - ۱۹۶۲ء) کے دوران بیرون ملک جدوجہد کے لیے عارضی حکومت (GPRA) قائم کی گئی تھی لیکن اندرون ملک فوج (ALN) انقلاب کی نگران تھی۔ جنگ کے اختتام پر فوج

---

* Lahouar; Addi, "Algeria's Army, Algeria's Agony", *Foreign Affairs*, July/ August 1998, pp. 44 - 53 (تلخیص: پروفیسر مسلم سجاد)

نے حکومت کو برطرف کر دیا اور معاملات سنبھال لیے۔ آج ۳۶ سال بعد بھی حکومت فوج کی پالیسیوں پر عمل کرتی ہے۔

فوج اختیارات کی کلی مالک ہے۔ وزرا کی کونسل صرف انتظام کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ لیکن فوج کئی اداروں پولیس، ملٹری، سیکورٹی فورس اور خود فوج کے مختلف شعبوں کا مجموعہ ہے۔ رسماً یہ جنرل اسٹاف کے ماتحت ہیں لیکن کچھ نہ کچھ خودمختاری کے مالک بھی ہیں۔

اس لیے اسلام پسندوں کے خلاف جبر واستبداد کے اقدامات قانون کے دائرے سے باہر اور غیر مربوط ہیں۔ فوج کے خصوصی نقاب پوش دستے افراد کو گرفتار کر کے غائب کر دیتے ہیں اور اہل خاندان کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ فوج کا کون سا شعبہ ذمہ دار ہے۔ یہ لاقانونیت جاری ہے اس لیے کہ فوج عوام یا عدالت کسی کے سامنے جواب دہ نہیں اور خود کو امن کی ذمہ دار سمجھتی ہے۔ حکومت بشمول صدر، دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے والوں کو سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتی۔ عدالتیں ازخود کسی حملے یا قتل کی تحقیقات نہیں کر سکتیں۔ یوں اسلامی دہشت گردی کے خلاف فوج کی جنگ میں قانون کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ فوج اسلامی فرنٹ کو اتنا جھکا دینا چاہتی ہے کہ اگر حکومت ان سے مذاکرات کرے تو فوج اپنی شرائط مسلط کر سکے۔

مغرب اسلامی جنگجوؤں سے دشمنی رکھتا ہے جبکہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے اصل کلیدی عامل یعنی فوج پر توجہ مرتکز کرنا چاہیے۔

حکومت کی اصل پشت فوج ہے۔ بحران کے وقت اعلیٰ افسران اجلاس کر کے معاملات طے کرتے ہیں جس طرح ۱۹۹۲ء کے انتخابات کے نتائج منسوخ کرنے کا اور ۱۹۹۵ء میں زیروال کو صدر بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجلاس کی اخبار میں خبر نہیں آئی اس لیے کہ دستور میں کسی ایسے اجلاس کی گنجائش نہیں ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس اجلاس میں شرکت کے لیے کیا معیار (criteria) ہے۔ غالباً ان سب اداروں کے سربراہ جو نظم ونسق کے حوالے سے اختیارات استعمال کرتے ہیں، کچھ خودمختاری رکھتے ہیں، اس میں شریک ہوتے ہیں۔

یہ ادارہ اصل حکمران ہو گیا ہے۔ الجزائر پر ایک فوجی caste حکومت کر رہی ہے۔ نامزد کردہ جو

حکمران نظام کا حصہ بن کر نہ چلے اور اپنے دستوری اختیارات استعمال کرنے کا سوچنے لگے اسے ہٹا دیا جاتا ہے۔ احمد بن بیلا (جون ۱۹۶۵ء)، شاذلی بن جدید (جنوری ۱۹۹۲ء) اور محمد بوخیف (جون ۱۹۹۲ء) اس کی مثال ہیں۔

اطلاعات کے مطابق ۱۹۹۷ء میں فوج کو شبہ ہوا کہ زیروال فرنٹ سے امن کا سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے۔

الجزائر پر ایک فوجی caste حکومت کر رہی ہے۔ نامزد کردہ جو حکمران نظام کا حصہ بن کر نہ چلے اور اپنے دستوری اختیارات استعمال کرنے کا سوچنے لگے اسے ہٹا دیا جاتا ہے۔ احمد بن بیلا (جون ۱۹۶۵ء)، شاذلی بن جدید (جنوری ۱۹۹۲ء) اور محمد بوخیف (جون ۱۹۹۲ء) اس کی مثال ہیں۔

فوج نے فرنٹ کے فوجی ونگ اسلامک سالویشن آرمی سے خود سیز فائر کا سمجھوتہ کرلیا تاکہ صدر امن کا معمار بن کر سیاسی رسوخ میں اضافہ نہ کرلے۔ حال ہی میں خفیہ ایجنسیوں کے قتل و غارت کے جو انکشافات ہوئے ہیں، ان کے پس پردہ بھی صدر اور فوج کی کشمکش بتائی جاتی ہے۔

عدلیہ فوج اور حکومت دونوں کے ماتحت ہے۔ جج کی حیثیت سرکاری افسر کی ہے جو شہریوں کے قضیے نمٹاتا ہے۔ بڑے معاملات میں وہ بول نہیں سکتا۔ وہ دوسری دستوری ریاستوں کی طرح قانون کا اطلاق نہیں کرسکتا۔

حکومت کا تھوڑا بہت اختیار فوج کے طے کردہ راہنما خطوط کے مطابق مالی وسائل کی تقسیم میں ہے۔ حکومت کے وزراء فوج کے مختلف عناصر کے نامزد کردہ ہوتے ہیں۔

حکومت سلامتی کی ذمہ دار نہیں ہے۔ یہ فوج کا دائرہ ہے۔ تاہم اس سے استبدادی اقدامات کو قانونی جواز فراہم ہوتا ہے۔ اسلام پسندوں کے خلاف جنگ تین محاذوں پر جاری ہے، زیرزمین، معیشت اور ذرائع ابلاغ۔ ذرائع ابلاغ پر دنیا کے دروازے بند کر کے حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس نے دوسرے محاذوں پر بھی جنگ جیت لی ہے یعنی تھرمامیٹر توڑ کر یہ سمجھنا کہ ٹمپریچر کم ہوگیا ہے!

الجزائر میں اخبارات کے مطالعے سے ایک نارمل ملک کی تصویر سامنے آتی ہے جہاں کچھ ڈاکو قتل و غارت کر جاتے ہیں جو جلد پکڑ لیے جائیں گے۔ آزاد اخبار بھی مکمل سنسر ہوتے ہیں۔ اسلام پسندوں کو مجرم لکھنا لازمی ہے۔ کوئی بھی فوج کی غیر قانونی کارروائیوں کا ذکر نہیں کرسکتا۔ صحافیوں کو اس طرح کی

جسارتوں پر سزادی جا چکی ہے۔

بے گناہ دیہاتیوں کے قتل عام نیز فنکاروں اور صحافیوں کے قتل کے بارے میں بے شمار سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ حکومت کو حقیقت حال معلوم کرنے کی کوئی فکر نظر نہیں آتی۔ کہا جا رہا ہے کہ وہ اسلام پسندوں کو ایسے مجرموں کے روپ میں پیش کرنے کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے جو خواتین کی آبرو ریزی کرتے ہیں، بچوں کو ذبح کر دیتے ہیں، اسکولوں کو جلا دیتے ہیں اور دانشوروں کو قتل کر دیتے ہیں۔ مجرموں کو نہ پکڑا جاتا ہے نہ عدالت میں لایا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ سرکاری موقف کی تصدیق پر مجبور ہیں، فوج کسی بین الاقوامی ادارے کو تحقیقات کرانے آنے نہیں دیتی۔

← عدلیہ فوج اور حکومت دونوں کے ماتحت ہے۔ جج کی حیثیت سرکاری افسر کی ہے جو شہریوں کے قضیے نمٹاتا ہے۔ بڑے معاملات میں وہ بول نہیں سکتا۔

← آزاد اخبار بھی مکمل سنسر ہوتے ہیں۔

← اسلام پسندوں کو مجرم لکھنا لازمی ہے۔

الجزائر میں آزادی کے بعد ایف ایل این واحد پارٹی کی حیثیت سے حکومت کرتی رہی۔ ۱۹۸۸ء میں احتجاج اور مظاہروں کے نتیجے میں فوج نے کثیر جماعتی انتخاب کی اجازت دی تاکہ ایف ایل این کو ایسے انتخابات سے نئی زندگی ملے جسے دوسری پارٹی کو جیتنے کی اجازت نہ ہو۔ فوج کے نزدیک انتخابات صرف چند سرکاری عہدوں کو پُر کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ وفادار حزب اختلاف کو فوج کے اختیارات کو چیلنج نہیں کرنا چاہیے۔ حزب اختلاف حکومت کی مخالفت کر سکتی ہے لیکن نظام کی نہیں۔ فرنٹ کی فتح سے نظام کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ کثیر جماعتی انتخابات فوجی حکومت کو جمہوری جواز فراہم کرنے کے لیے ہیں، اسے تبدیل کرنے کے لیے نہیں۔

موجودہ جماعتوں کو regime کی حامی یا مخالف حیثیت سے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ صدر زیروال کی نیشنل ڈیموکریٹک ریلی، جس کی جیت گزشتہ انتخابات میں یقینی بنائی گئی۔ ایف ایل این جس کے سیکرٹری جنرل عبدالحمید مہری نے ۱۹۹۵ء میں فرنٹ اور سوشلسٹوں کے ساتھ معاہدہ روم پر دستخط کیے۔ لیکن مہری کو پارٹی کی سربراہی سے ہٹا دیا گیا، نئے سربراہ بن حمودہ اور فوج نے معاہدے کی مذمت کی۔

حکومت کی مخالف لیکن فوج کی حامی کئی پارٹیاں ہیں جن میں محفوظ نحناح کی سوشل پیس موومنٹ اور سعید سعدی کی ریلی فار کلچر اینڈ ڈیموکریسی سے فوج کو اسلامی اور جدید عناصر کی حمایت کا تاثر ملتا ہے۔

چار پارٹیاں regime کی مخالف ہیں جن میں (۱) اسلامی فرنٹ FIS (۲) سوشلسٹ فورسز فرنٹ (۳) موومنٹ فار ڈیموکریسی (احمد بن بیلا) (۴) ورکرز پارٹی شامل ہیں۔ کچھ اسلام پسندوں کے معاہدہ روم کے ذریعے اسلامی فرنٹ اور دوسری فوج مخالف پارٹیوں نے حزب اختلاف کے اتحاد کی کوشش کی تاکہ فوج کو اس کے سیاسی کردار سے دست بردار کروایا جا سکے۔ لیکن جو پارٹیاں فوج کو اسلام پسندوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتی تھیں انہوں نے اسے فرنٹ کی بحالی کی کوشش قرار دے کر اس کی مذمت کی۔ اسلامی عناصر کی مخالف جمہوری پارٹیوں میں سے بعض کا مؤقف ہے کہ چاہے موجودہ حکومت کی حمایت کرنا پڑے تو پہلے فرنٹ کو غیر مؤثر کر دیا جائے۔ بعض دوسری کا مؤقف ہے کہ کچھ متفقہ اصولوں کی بنیاد پر کثیر جماعتی نظام شروع ہو، خواہ آغاز میں فرنٹ کی کامیابی کا اندیشہ مول لینا پڑے۔

سیکولر پارٹیاں اسلام پسندوں کے
رے میں مختلف مؤقف رکھتی ہیں
لیکن آزادی اظہار نہ ہونے کی وجہ
سے اس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا
سکتا۔ سب فوج کے عائد کردہ واحد
رٹی کے نظام کا خاتمہ چاہتی ہیں۔

۱۹۹۱ء میں انتخابی دھاندلیوں نے کسی گروہ کی حمایت کا اندازہ نہیں کرنے دیا۔ سیکولر پارٹیاں اسلام پسندوں کے بارے میں مختلف مؤقف رکھتی ہیں لیکن آزادی اظہار نہ ہونے کی وجہ سے اس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سب فوج کے عائد کردہ واحد پارٹی کے نظام کا خاتمہ چاہتی ہیں۔ (ان کے خیال میں) فرنٹ بھی آ کر واحد پارٹی نظام قائم کرے گا۔ وہ جمہوری کہلاتے ہیں خواہ انتہائی آمریت کی حمایت کریں۔ اب اسلام پسندوں کا ہر مخالف جمہوری ہے، فوج کو بھی جمہوری کہا جاتا ہے۔

جمہوریت کی اس بحث میں مذہب کو کوئی مقام نہ دینے سے الجزائری عوام پر اس کے اثرات محدود ہو جاتے ہیں۔ ان کی نظر میں ان پارٹیوں کا تعلق فوج اور حکومت سے ختم نہیں ہوا ہے۔ ان کی بداعتمادی میں اس سے بھی اضافہ ہوتا ہے کہ ان پارٹیوں کے افراد نہ صرف سیکولر ہیں بلکہ فرانسیسی بولنے والے ہیں۔

اسلامی فرنٹ کے ووٹروں نے جمہوریت کے خلاف ووٹ نہیں دیا۔ وہ موجودہ حکومت سے نالاں اور مزید جمہوریت کے خواہاں تھے۔ سیکولر جمہوریت پسند یہ اندازہ نہیں کر سکے کہ اسلام پسندوں کی حمایت دراصل عوام کا فوجی حکومت سے آزاد ہونے اور سیاسی عمل میں حصہ لینے کی خواہش کا اظہار تھا۔ ایک عام آدمی یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ یہ افراد اپنے کو کس طرح جمہوریت پسند کہتے ہیں جبکہ ایسی فوج کی حمایت کرتے ہیں جس نے انتخابات ہی اس لیے کالعدم کر دیئے کہ مخالف پارٹی نے جیت لیے تھے۔ اسلام پسندوں پر مظالم پر ان کی خاموشی بھی عوام کی نظروں میں انہیں گرا رہی ہے۔

جمہوریت پسندوں کو اپنا سیاسی تشخص قائم کرنے کے لیے کچھ اصولوں کے گرد جمع ہونا چاہیے: انسانی حقوق کا احترام، کثیر جماعتی نظام، آزادی صحافت اور آزادانہ اور منصفانہ انتخابات۔ الجزائر میں جو پارٹی اسلام پسندوں کے حوالے سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی مذمت نہیں کرتی، دراصل خود اپنے تشخص کو مجروح کر رہی ہے۔

مسئلہ کا حل بیلٹ بکس ہے۔ تمام سیاسی تحریکوں بشمول اسلامی فرنٹ کو آزادی رائے، آزاد عدلیہ اور انتخابی عمل پر اتفاق رائے کرنا چاہیے جسے فوج کی بھی تائید حاصل ہو۔ اگر انتخابات جیتنے والی پارٹی معاہدے کی خلاف ورزی کرے تو فوج کو مداخلت کا اختیار ہو۔ فوج کو کثیر جماعتی نظام کے خلاف اپنے مؤقف سے دست بردار ہونا ہوگا اور اپنے اس عقیدے کو ترک کرنا ہوگا کہ وہی اقتدار کا سرچشمہ ہے۔

الجزائر میں غیر رسمی حقیقی اقتدار، اور رسمی بے اختیار ظاہری اقتدار کی دوئی کو ختم کرنا ہوگا۔ فوج کو مملکت کے معاملات میں مداخلت کو ترک کر دینا چاہیے۔ اس کے لیے تمام سیاسی پارٹیاں ایک قومی معاہدے پر اتفاق کریں۔ مسئلہ صرف افسران فوج کی عزت کا نہیں بلکہ الجزائر کے سیاسی مستقبل کا ہے۔

[لاحوری عدی ایک فرانسیسی یونیورسٹی میں وزٹنگ پروفیسر ہیں]